۱۱ ستمبر ۲۰۰۱ء کے بعد امریکہ میں 'انتہائی دائیں بازو' کی سوچ

ڈینیل لیوی ٹاس*

مترجم: نیاز عرفان

۱۱ ستمبر کے حملوں نے امریکی قوم کی توجہ بیرون ملک سے دہشت گردی کے خطرات کی طرف مبذول کرادی ہے۔ لیکن عین اس لمحے جب عالمی تجارتی مرکز کے مینار زمین بوس ہو رہے تھے، نفرت کا پرچار کرنے والے گروہوں نے یہ منصوبہ بندی کرنا شروع کر دی تھی کہ اس صورت حال سے امریکہ میں کیسے فائدہ اٹھایا جائے۔ نسل پرست یہود دشمن ورلڈ چرچ آف دی کری ایٹر (خالق کے عالمی کلیسا) کے پٹس برگ کے رابطہ کار ہارڈی لائیڈ کائیں کائیں کرتے ہوئے پکار اُٹھا: ''بھائیو! بہت خوب''۔ امریکہ کی مزعومہ ''صیہونی مقبوضہ حکومت'' کی طرف اشارہ کرتے ہوئے، لائیڈ نے ۱۲ ستمبر ۲۰۰۱ء کو مغربی پین سلوانیا میں اپنے حامیوں کو متنبہ کیا کہ ''ممکن ہے دس ہزار صیہونی ہلاک ہو گئے ہوں''۔ اُس نے گلی کوچوں میں تشدد کی دعوت دیتے کہا: ''جنگ نے ہم سب کو آ لیا ہے۔ یہ وقت ہے کہ تنہا بھیڑیوں کو نشانہ باندھ کر شکار کیا جائے!!! (۱۱ ستمبر) ہم سب کے لیے بہت خوب دن ہے۔ آؤ ہم کسی یہودی گدھے کو لات ماریں''۔

ممکن ہے لائیڈ اور دیگر عسکریت پسندوں کو القاعدہ کے خودکش جہاز اغوا کنندگان کی کارروائی نے مشتعل کر دیا ہو، لیکن چھ سال قبل کی اوکلاہوما شہر کی بمباری کی طرح، ۱۱ ستمبر (۲۰۰۱ء) کے واقعات نے امریکی عوام کو غصے سے بھر دیا اور مجرمانہ تشدد پر مائل انتہائی دائیں بازو کے عناصر کو کمزور کر دیا۔ علاوہ ازیں حکومت کی طرف سے حد سے بڑھی ہوئی نگرانی کے خدشے کے خلاف غم و غصہ نے دائیں بازو کے متعدد عناصر کو دہشت گردی کی روک تھام کے لیے بنائے جانے والے نئے قوانین کی منظوری کی مذمت کرنے پر ابھارا جبکہ دوسرے عناصر زیر زمین چلے جانے کے بارے میں سوچ رہے ہیں۔ ''مسیحی محب وطن''

*Daniel Levitas, "The radical right after 9/11", *The Nation*, New York, July 22-29, 2002. pp.. 19-23

گروہ، جس کے اولین قائدین سابقہ جرائم کی پاداش میں طویل مدت کی قید کی سزائیں بھگت رہے ہیں، ک i جمہوریہ ٹیکساس سے ایک لیڈر کرسٹوفر کینے نے تنبیہاً کہا کہ ''وفاقی حکومت ملکی دہشت گردی کی تعریف کے تحت پابندیاں عائد کر رہی ہے، مجھے یقین ہے کہ اوپر سے مزید پابندیاں نازل ہونے والی ہیں۔ ان کے لیے پہلے سے تیاری کر لینی چاہیے''۔

اگرچہ مسیحی دائیں بازو کے بیشتر عناصر نے اُس قسم کی حکومت دشمن جذباتی تقاریر کرنے سے گریز کیا ہے جو ''۱۱ ستمبر'' کے بعد کئی جدید نازیوں نے کرنا شروع کر دی تھیں۔ تاہم بعض نے ایسا نہیں کیا۔ عسکریت پسند اسقاط مخالف مہمیں چلانے والے لوگوں نے اس موقع پر عوامی خوف و ہراس سے فوری طور پر فائدہ اٹھاتے ہوئے جعلی انتھراکس سے بھرے ہوئے سینکڑوں خطوط ملک کے طول وعرض میں ''خاندانی منصوبہ بندی'' کے مراکز (Clinics) کو ارسال کیے۔ ریاست کنساس کے ریورنڈ فریڈ فیلپس جیسے انسان ترس شخص نے ۱۱ ستمبر کے واقعے کو بمسرت یہ اعلان کر کے منایا: ''امریکہ پر عصائے خداوندی برس پڑا''۔ اور ''۱۱ ستمبر ۲۰۰۱ء کو مارے جانے والا جم غفیر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے واصل جہنم ہو گیا''۔ لیکن مسیحی اتحاد کے بانی پیٹ روبرٹسن اور مذہبی دائیں بازو سے تعلق رکھنے والے عناصر کے بڑے دھارے کے رہنماؤں کا ردعمل مختلف تھا۔ اُنہوں نے عرب تارکین وطن، اسلام، آزاد خیالوں، حامیان حقوق نسواں، ہم جنس پرستوں اور لادینی اور مبینہ طور پر ناپاک ہر دو قسم کے دشمنوں پر حملہ آور ہو کر اس المناک واقعے سے اپنا مفاد حاصل کرنے کی بھی کوشش کی۔

۱۱ ستمبر کے واقعے کی خونخوارانہ حمایت کی بنا پر ان گروہوں کو نئے حامی فراہم نہیں ہو سکتے۔ لیکن اوکلاہوما شہر کے واقعے کے بعد پیش کیے گئے سازشی نظریات کی طرح (یعنی کہ ملزم ٹموتھی میک وے حکومتی کارندہ تھا جس نے ۱۶۸ انسانوں کو اس غرض سے موت کے گھاٹ اتارا تھا کہ ''نئے عالمی نظام'' کو محب وطن تحریک کو کچلنے کا بہانہ ہاتھ آ جائے)، دائیں بازو کے عسکریت پسندوں کے متعدد بیانات کا مقصد باہر بیٹھ کر تماشا کرنے والوں کو کھینچ کر تحریک میں شامل کرنے کی بجائے تحریک کے وفادار ارکان میں مزید پختگی پیدا کرنا تھا۔ دیگر دائیں بازو کے انتہا پسند عناصر کی طرح ہارڈی لائیڈ نے ۱۱ ستمبر کے جہاز اغوا کنندگان کی بیک وقت تعریف بھی کی اور ان کا تمسخر بھی اڑایا۔ اور اس نے یہ کہا ''مجھے تو بس اس بات کا افسوس ہے کہ یہ

ہم آریاؤں کے ہاتھوں سرانجام نہیں ہوا۔ اور یہ کہ لکیر دار چیتھڑے جیسے سروں والے [یعنی عرب] اکیلے بھیڑیے کی خونخواری کے معاملے میں ہم سے سبقت لے گئے"۔ دیگر جدید نازیوں نے (عالمی تجارتی مرکز کے میناروں پر) حملہ آوروں کو "تولیہ نما سر والے" بلکہ اس سے بھی بُرے خطابات سے نوازا، تاہم یہ کہہ کر ان کی تحسین کی کہ "وہ بہت بہادر لوگ تھے جو اپنے عقیدے پر جان دینے کو تیار تھے"۔

قومی اتحاد کے نائب رابطہ کار برائے رُکنیت، بلی روپر نے بیان دیا: "گو ہم یہ نہیں چاہیں گے کہ وہ ہماری بیٹیوں سے شادیاں کریں ---لیکن میری نظر میں ہر اُس شخص کا عمل درست ہے جو یہودیوں کو مارنے کے لیے کسی عمارت سے جہاز ٹکراتا ہے۔ کاش ہماری تنظیم کے ارکان کم از کم اُن سے نصف دلیرانہ قوت برداشت ہوتی"۔ اس قسم کے عرب دشمن مذہبی تعصب کے باوجود دائیں بازو کے بعض انتہا پسند عناصر کا عقیدہ ہے کہ ۱۱ ستمبر کا واقعہ متشدد اسلامی بنیاد پرستوں اور دیگر ایسے لوگوں کے ساتھ، جو یہودیوں اور اسرائیل کے خلاف گہری نفرت رکھتے ہوں، مل کر مشترکہ محاذ بنانے کا جواز موجود ہے، اگرچہ یہ بات ناممکن نظر آتی ہے کہ اس قسم کا عملی اتحاد وجود میں آ سکے گا۔

ممکن ہے روپر جیسے عسکریت پسند یہود دشمن لوگ "صیہونی مقبوضہ حکومت" کا تختہ اُلٹنے کی اُمید پر امریکہ کے دشمنوں سے اشتراکِ عمل پر رضامند ہو جائیں لیکن دہشت گردوں کے حملوں کے بعد تشدد کا نشانہ بننے والے یہودی نہیں تھے، بلکہ عرب اور دیگر ایسے لوگ تھے جنہیں غلطی سے مشرقِ وسطیٰ کے رہنے والے سمجھ لیا گیا تھا۔ ۱۱ ستمبر کے بعد دس ہفتوں میں "امریکی-عرب مجلس برائے مخالفتِ امتیازی سلوک" نے تشدد کے ۵۰۰ سے زائد واقعات کی اطلاع دی، جن میں دھمکیاں، حملے، آتش زنی، گولی مارنے اور کم از کم نصف درجن قتل کے واقعات شامل ہیں۔ جنوب مشرقی تارکین وطن کے خلاف بھی تیزی سے حملے بڑھنے لگے، صرف سال ۲۰۰۱ء کے آخری تین ماہ کے دوران تقریباً ۲۵۰ واقعات کی اطلاع دی گئی۔

مذہبی تعصب اور عدم برداشت محض مجرموں، ہجوموں اور نفرت کا پرچار کرنے والے گروہوں تک محدود نہیں ہے۔ ۲۱ فروری کو پیٹ روبرٹسن نے مسیحی نشریاتی نیٹ ورک کے کلب میں ان الفاظ میں اسلام کے خلاف زہرافشانی کی: "یہ پُرامن مذہب نہیں ہے جو مل جُل کر رہنا چاہتا ہو۔ مسلمان صرف اسی صورت میں مل جل کر رہنا چاہتے ہیں جب کہ وہ دوسروں کو اپنے قابو میں کر لیں، ان پر غلبہ حاصل کر لیں اور پھر اگر

ضرورت پڑے تو انہیں تباہ کر دیں''۔ روبرٹسن نے دعویٰ کیا کہ ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی امیگریشن پالیسیاں اس حد تک مشرق وسطیٰ کے حق میں اور یورپ کے خلاف ہیں کہ ہم نے اپنے درمیان اُن لوگوں کو لا بٹھایا ہے جن سب میں بلاشبہ دہشت گرد حلقے موجود ہیں''۔ روبرٹسن کا بیان ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے اٹارنی جنرل، جان ایش کرافٹ کے ان بیانات کے خلاف تنقید کے فوری بعد جاری ہوا تھا، جو ایش کرافٹ نے گزشتہ نومبر میں دیے تھے اور جن میں اسلام کے خلاف نازیبا الفاظ کہے تھے۔ رجعت پسند ''پنڈت'' اور مختلف اخبارات میں چھپنے والے کالم نگار کال تھامس سے ایک ریڈیو انٹرویو میں، جو اخبارات میں چھپا، ایش کرافٹ نے کہا: ''اسلام ایک ایسا مذہب ہے، جس میں خدا آپ سے یہ تقاضا کرتا ہے کہ آپ اپنے بیٹے کو اس کی خاطر مرنے کے لیے بھیجیں، جبکہ مسیحیت ایک ایسا عقیدہ ہے جس میں خدا اپنے بیٹے کو آپ کی خاطر مرنے کے لیے بھیجتا ہے''۔ تھامس نے ایش کرافٹ کے بیانات کو ۹ نومبر کو شائع کیا لیکن تھامس کا کالم فروری کے اوائل میں مسلمانوں کے علم میں آیا تب اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والے بحث ومباحثے نے واشنگٹن پوسٹ کے صفحات میں جگہ پائی۔ ایش کرافت کا جواب -- کہ اخبارات میں چھپنے والے بیانات میرے خیال میں میرے کہے ہوئے الفاظ کی صحیح عکاسی نہیں کرتے -- سے امریکی۔ عربوں کی تشویش میں ذرہ برابر کمی نہیں ہوئی۔

اس قسم کے عرب دشمن جذبات کا اظہار رجعت پسند شہریوں کی کونسل نے کیا ہے جو کہ گوروں کی بالادستی کا نظریہ رکھنے والوں کا ایک گروہ ہے اور جس نے شہریوں کی کونسل نامی تحریک کی کوکھ سے جنم لیا تھا۔ موخرالذکر تحریک نے ۱۹۵۰ء اور ۱۹۶۰ء کے عشروں میں امریکی معاشرے میں تارکینِ وطن کے انضمام کی مخالفت کی تھی۔ ٹرینٹ لوٹ نے، جو اس تحریک کا سابقہ رکن ہے اور اب سینیٹ میں اقلیتی قائد ہے، رجعت پسند شہریوں کی کونسل کی تعریف کی ہے۔ یہ کونسل ایسا لٹریچر شائع کر رہی ہے اور اس نے ایک ایسی سائٹ تیار کی ہے، جو نسل پرستانہ جذباتی خطابت سے لبریز ہے جس میں امریکی ریاستوں کی کنفیڈریسی (confideracy) کے لیے رطب اللسانی کی گئی ہے اور ''سیاہ فام عسکریت پسندوں، غیرملکی طفیلیوں، عجیب وغریب فعالیت پسندوں --- تنفرین مسیح'' اور کثیر ثقافتیت (multiculturalism) کے خلاف طعن وتشنیع کی گئی ہے۔ متوقع طور پر اس کونسل نے عرب دشمنی اور تارکین وطن کے خلاف

تعصب، گندے، تعفن زدہ عربوں اور مسلمانوں کے خلاف گالی گلوچ کرنے، ۱۱ستمبر کے سانحے کا الزام کثرتیت (pluralism) اور قوم کی مزعومہ کھلے دروازوں والی امیگریشن پالیسی پر دھرنے کو اپنا شعار بنالیا ہے۔کونسل نے اپنی ویب سائٹ پر اعلان کیا: ''امریکہ اب ''کثیر ثقافتیت اور کثرتیت'' کی تلخ تلچھٹ پی رہاہے''۔اس ویب سائٹ پر ایک ایسا انشائیہ بھی نشر کیا جس میں ۱۱ستمبر کا تعلق ابراہیم لنکن اور امریکہ کے مساوات اور اتحاد کے ''پُر از گناہ'' مذہب سے جوڑا گیا ہے۔

ڈیوڈ ڈیوک، جس نے ۱۹۹۰ء میں امریکی سینیٹ کے انتخابات میں ۶۰۷۰۰۰ ووٹ حاصل کیے تھے، اسی طرح کا ایک زوردار بیان اکتوبر میں دیا تھا کہ: ''اگر امریکہ میں آبادی کے اعداد وشمار وہی ہوتے جو ۱۹۶۰ء میں تھے، تو ہم مکمل طور پر محفوظ ہوتے''۔ڈیوک کو آخری مرتبہ ماسکو میں دیکھا گیا تھا جہاں وہ اپنی نفرت بھری خودنوشت بہ عنوان ''میری بیداری'' پھیری لگا کر بیچ رہا تھا، اور اپنی اگلی کتاب بہ عنوان ''یہودی بالادستی'' ضبطِ تحریر میں لانے کے لیے رقم اکٹھی کر رہا تھا۔۱۱ستمبر کے بعد اپنے نیوز لیٹر میں ڈیوک نے وضاحت کی کہ ''عقل ہمیں ضرور بتائے گی کہ اگر (۱۱ستمبر کی) کارروائی کے پیچھے اسرائیلی کارندوں کا عملی اشتعال موجود نہ بھی ہو، کم از کم اُنہیں اس کا پیشگی علم لازمی طور پر ہوگا۔--- وہ حملہ جو امریکہ کو برداشت کرنا پڑا اس کا سبب اغلباً صہیونی ہی ہیں اور یہ بات اتنی ہی یقینی ہے کہ گویا انہوں نے وہ جہاز خود اُڑائے تھے۔ان حملوں کا سبب یہ ہے کہ امریکی ذرائع ابلاغ اور کانگرس کو یہودی کنٹرول کرتے ہیں''۔ اگرچہ اس قسم کے یہود دشمن دلائل کی غیر ملکی عرب اخبارات وجرائد میں وسیع پیمانے پر حمایت کی گئی، لیکن امریکیوں نے اس طرح کے خیالات کو فوراً ہی مسترد کردیا۔

پھر بھی ڈیوک اور دیگر اس کے ہم خیال لوگ عام سامعین تک رسائی کے لیے کوشش نہیں کررہے۔ ۱۱ستمبر کے بعد انتہائی دائیں بازو کے عناصر کے یہود مخالف رویے کا مقصد اس ۱۷فیصد امریکی بالغ آبادی (جو اندازاً ۳۵ملین ہے) تک رسائی ہے، جو حال ہی میں مارٹیلا کمیونی کیشن گروپ اور کائیلے اینڈ کمپنی کے کیے گئے ایک سروے کے مطابق قابل لحاظ حد تک یہود دشمن نظریات رکھتی ہے۔نیز ایک اور حالیہ رائے شماری کے مطابق آبادی کا پانچواں حصہ (۱۱ستمبر کے) حملوں کے لیے اسرائیل کے لیے امریکی حمایت کو موردِ الزام ٹھہراتا ہے۔

گوانتہائی دائیں بازو کے عناصر کی طرف سے بیک وقت عرب دشمن اور یہود دشمن صدائیں قابلِ فہم نظر نہیں آتیں لیکن یہودیوں اور عربوں کے خلاف نفرت کبھی بھی ایک دوسرے کے متضاد نہیں رہی۔ بہر حال نازی جرمنی کی طرف سے یہودیوں کے مشہور ''قتل عام'' (Holocaust) کے بہت سے منکرین اور ایسے دیگر جدید نازی موجود ہیں جو یہودیوں کی مخالفت کے معاملے میں عربوں کے نصب العین کی حمایت کرتے ہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ عربوں کے معاملے میں اپنے نسل پرستانہ خیالات پر بھی کاربند ہیں۔ اس طرح یہ عناصر دونوں گروہوں کی مخالفت کر کے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اب بھی لاکھوں ایسے یہود دشمن لوگ موجود ہیں، جن میں سے بعض اس نظریے کو تسلیم کرنے کو تیار ہوں گے کہ ۱۱ ستمبر کا واقعہ صیہونی سازش تھی یا اس کا سبب امریکہ میں یہودیوں کی حد سے بڑھی ہوئی قوت ہے یا پھر یہ دونوں باتیں ہیں۔ محض اس بات کا کہ بعض امریکیوں کے دلوں میں عرب دشمنی کے جذبات موجزن ہیں، یہ مطلب نہیں کہ انتہائی دائیں بازو سے تعلق رکھنے والے عناصر ۱۱ ستمبر کے واقعے کو یہود دشمنی کے فروغ کے لیے استعمال نہیں کر رہے۔

اب ولیم پیئرس کو لیجیے جو ''نیو نازی قومی اتحاد'' کا بانی اور نسل پرستی کے خیالات پر مبنی'' دی ٹرنر ڈائریز'' نامی ناول کا مصنف ہے۔ ۲۲ ستمبر ۲۰۰۱ء کے انٹرنیٹ ریڈیو نشریے میں اس نے دعویٰ کیا کہ امریکہ پر حملہ ''اس لیے ہوا کہ ہم نے مشرق وسطیٰ میں اپنے آپ کو اسرائیل کا گندا کام کرنے کے لیے استعمال ہونے دیا''۔ ''قومی اتحاد'' نے اس پیغام کو ''یک ورقی اشتہار'' میں سمو دیا جس پر گرتے ہوئے جڑواں میناروں کی تصویر چھاپی گئی تھی اور جس میں یہ جوشیلا سوال پوچھا گیا تھا: ''کیا یہودی ریاست کی سلامتی میں ہمارے ملوث ہونے کی یہ قیمت ہے؟'' ۱۱ ستمبر کے واقعے کے بعد کے تناظر میں پیئرس ''سر گھٹے نوجوانوں کی موسیقی کے فروغ کے کاروبار'' (skinhead music business) میں ہمہ تن مصروف ہے۔ اگرچہ یہ بوڑھا ہوتا ہوا نیو نازی (Neo-Nazi Wagner) کی موسیقی سننے کو زیادہ ترجیح دیتا ہے، تاہم اُس نے سال ۱۹۹۹ء میں مزاحمتی ریکارڈوں یعنی ''سفید طاقت'' لیبل کے تحت تیار ہونے والی موسیقی کے لیے ۲۵۰۰۰۰ ڈالر ادا کیے۔ اس سے اس کی کٹر تنظیم ''قومی اتحاد'' کے لیے سالانہ تقریباً ایک ملین ڈالر کی آمدنی ہوتی ہے۔ شکاگو میں واقع ''مرکز برائے نئی کمیونٹی'' جس نے ملک بھر میں نیو نازی موسیقی کے بینڈز

اور نفرت پر مبنی موسیقی کی مخالفت میں مہم (www.turnitdown.com) چلا رکھی ہے، کے ترجمان جسٹن میسا (Justin Massa) نے اپنے بیان میں بتایا کہ: ''سفید طاقت موسیقی، اس امید پر کہ صحت مند نوجوانوں کی بغاوت کو سفید فاموں کی بالادستی میں بدل دیا جائے گا، مذہبی تعصب سے بھرے منظم گروہ کے لیے نئے ارکان بھرتی کرنے کا اول درجے کا ذریعہ بن گئی ہے''۔

امریکیوں کی اکثریت کے خیال میں اُسامہ بن لادن ۱۱ ستمبر کے واقعے کا ذمہ دار ہے۔ لیکن مسیحی انتہائی دائیں بازو کے عناصر نے اس واقعے کی اپنے مفاد پر مبنی اور ہی توجیہہ پیش کی۔ پیٹ روبرٹسن نے عربوں اور تارکین وطن کی مخالفت میں مذہبی رجعت پسندوں کی ہاں میں ہاں ملائی اور ساتھ ہی یہ استدلال بھی پیش کیا کہ یہ حملے اس وجہ سے ہوئے کہ امریکہ نے اعلیٰ ترین حکومتی سطح پر ''بلا روک ٹوک لادینیت'' فحاشی اور اسقاط حمل کے ذریعے خدا کو ناراض کر دیا ہے۔ انہوں نے ۱۳ ستمبر کو ''دی ۷۰۰ کلب'' پر اعلان کیا: ''خدا تعالیٰ نے سزا کے طور پر ہم پر سے اپنی حفاظت کا ہاتھ اٹھا لیا ہے''۔ اُس روز اُس کا مہمان ریورنڈ جیری فالویل نے اس سے اتفاق کرتے ہوئے کہا: ''میں حقیقتاً عقیدہ رکھتا ہوں کہ لامذہب، اسقاط حمل کے مویدین، حامیان تحریک آزادی نسواں، ہم جنس پرست مرد، ہم جنس پرست عورتیں، جو سرگرمی کے ساتھ اُسے ایک متبادل طرزِ زندگی بنانے کی کوشش کر رہی ہیں۔--- وہ تمام کے تمام جو امریکہ کو لادین بنانے کی کوشش کرتے رہے ہیں، میں اُن کو ملزم گردانتے ہوئے کہوں گا: ''یہ سب کچھ تمھاری مدد سے ہوا ہے''۔ دونوں آدمیوں نے اگلے دو ماہ یہ کوشش کرتے ہوئے گزارے کہ ان بیانات سے اُن کی شہرت کو جو نقصان پہنچا تھا اُس کا ازالہ کر سکیں۔ دوسرے عوامل وعواقب کے علاوہ اس پشیمانی کا ۵ ستمبر کو روبرٹسن کے مسیحی اتحاد کے ڈائریکٹر کے عہدے سے استعفیٰ دینے میں بڑا ہاتھ تھا۔

روبرٹسن اور کٹر مسیحی دائیں بازو کے عناصر اسرائیل کے دفاع کے لیے بھی کود پڑے۔ اگرچہ اس حمایت کی جڑیں اس غلط الٰہیاتی تصور میں قائم ہیں کہ مسیح علیہ السلام کے نزول ثانی کی تیاری کی خاطر اسرائیل کی مدد کی جائے، اُس وقت یہودی یا تو تبدیلیٔ مذہب کے ذریعے مسیحیت اختیار کر لیں گے یا پھر تباہ ہو کر ختم ہو جائیں گے۔

اگر ۱۱ ستمبر کے واقعے کے جہاز اغوا کنندگان اس عقیدے کے تحت یہ کارروائی کر رہے تھے کہ وہ اس

کے صلے کے طور پر جنت میں چلے جائیں گے، تو اسی عقیدے کے تحت اسقاط حمل کا مخالف وہ جنونی بھی کارروائی کر رہا تھا جس نے ڈاک سے جعلی انتھراکس بھیجی تھی۔ ایسے ——۲۸۰ سے زیادہ—— جعلی خطوط کی پہلی کھیپ اکتوبر ۲۰۰۱ء کے دوسرے ہفتے میں سترہ ریاستوں میں خاندانی منصوبہ بندی اور اسقاطِ حمل کے کلینکس میں پہنچنا شروع ہوگئی۔ (اتفاق سے یہ وہی ہفتہ تھا جب سینیٹ میں اکثریتی پارٹی کے قائد ٹام ڈیشلے کے دفتر میں اُس کے عملے کے ارکان نے جب ایک لفافہ کھولا جسے نیوجرسی کے فرینکلن پارک میں واقع سکول کے فرضی درجۂ چہارم سے بھیجا گیا تھا، تو اُس میں سے ٹوپی میں لگائے جانے والا آرائشی شہپر برآمد ہوا تھا جو اصل انتھراکس کے خوابیدہ جرثوموں سے لتھڑا ہوا تھا)۔ ان لفافوں پر، جن میں بے ضرر سفید سفوف تھا، ''حساس بلحاظ وقت'' (یعنی وقت ضائع بغیر کھولیے) اور ''اس میں سلامتی کی بابت فوری نوعیت کی تنبیہہ ملفوف ہے'' کے الفاظ تحریر تھے، ان پر یو-ایس مارشلز سروس یا سیکرٹ سروس کے واپسی پتے لکھے ہوئے تھے، ان میں ایک مشہور و معروف عسکریت پسند اسقاطِ حمل کے مخالف گروپ ''خدائی فوج'' (Army of God) کے دستخط شدہ دھمکی آمیز پیغامات شامل تھے۔ پھر بھی ایف بی آئی کو قومی سطح پر تفتیش شروع کرنے میں مزید دو ہفتے لگے۔ اور اسقاطِ حمل کے حامیوں اور سامانِ صحت فراہم کنندگان کے مطالبات کے باوجود اٹارنی جنرل ایش کرافٹ نے اب تک ملکی دہشت گرد گروپ خدائی فوج کی نشان دہی نہیں کی۔

اس کے چند ہفتے بعد فیڈرل ایکسپریس کے ذریعے کلینکس میں دھمکیوں کی دوسری کھیپ موصول ہوئی۔ اب کی دفعہ ان جرائم کے لیے وفاقی حکومت کے زیر الزام شخص کلیٹن لی واگنر ہے جو اسقاطِ حمل کا شدید مخالف اور وفاقی حکومت کا بھگوڑا ہے۔ وہ آٹھ ماہ قبل الی نوائے جیل سے فرار ہوگیا تھا جہاں وہ وفاقی ہتھیاروں (اور مسروقہ گاڑیوں) کی چوری کے الزام میں سزا کا منتظر تھا۔ ۴۵ سالہ واگنر، جو نو بچوں کا باپ ہے، نے ایک دفعہ حلفیہ اعلان کیا کہ خدا نے اُسے اسقاطِ حمل کرنے والے ڈاکٹروں کو قتل کرنے کو کہا ہے۔ اوائل دسمبر میں واگنر گرفتار ہوگیا جسے ایک دکاندار کے ہوشیار ملازم نے پہچان لیا تھا۔ یہ گرفتاری ایف بی آئی کے لیے خوش قسمتی سے کامیابی کی نوید بن گئی۔ ایک ہفتہ پیشتر اس وقت اس کی گرفتاری کا موقع ضائع ہوگیا تھا جب واگنر جارجیا کے ایک شخص نیل ہور سلے کے دروازے پر نمودار ہوا تھا۔ ہور سلے انٹرنیٹ پر

ہر اُس شخص کے بارے میں مفصل شخصی معلومات بھیجتا ہے جس کو وہ اسقاطِ حمل کا ذمہ دار سمجھتا ہے۔ ٹائپ کی مختلف صورتیں استعمال کر کے ہورسلے یہ ظاہر کرتا ہے کہ آیا [اسقاطِ حمل کے] ''مجرمین'' مارے گئے ہیں، زخمی ہو گئے ہیں، یا صحیح سلامت بچ نکلے ہیں۔ اسقاطِ حمل مخالف تحریک کے تشدد کی سختی اور انتھراکس کے جعلی حملوں سے عہدہ برآ ہونے کے لیے حکومتی وسائل کے (بے جا) استعمال کو دیکھتے ہوئے یہ بات تعجب خیز ہے کہ ایف بی آئی نے ہورسلے جیسے مسلمہ عسکریت پسندوں کو زیرِ نگرانی نہیں رکھا۔ اور پھر کسی کو اس بات پر تعجب نہیں ہونا چاہیے کہ ایش کرافٹ کے محکمۂ عدل نے ہزاروں عربوں اور عربی امریکیوں سے پوچھ گچھ کا حکم تو صادر کیا لیکن اُن لوگوں سے جھوٹے سے بھی نہیں پوچھا جو اسقاطِ حمل کی سہولت مہیا کرنے والوں کے قتل کی حمایت کرتے ہیں۔

بیس سال پہلے ''محبّ مسیحیت تحریک'' امریکہ بھر کے دیہی علاقوں میں پھیل گئی تھی، جس میں ایک ''بین الاقوامی یہودی بینکاری سازش'' کے بارے میں لایعنی خطابت کے زیرِ اثر ہزاروں کسان اس میں شامل ہو گئے تھے۔ وہ بڑا سخت زمانہ تھا اور سہ فریقی کمیشن (Tri-lateral Commission) اور وفاقی بینکاری نظام کے بارے میں تشویش ناک تقریروں پر لوگ فوراً اعتبار کر لیتے تھے۔ جب کہ خدمتی دستے (Posse Comitatus) کی طرح کی تنظیمیں عوامی تحریکیں منظم کرنے کی کوشش کر رہی تھیں، ایسے میں ''نظام'' (The Order) نامی زیرِ زمین گروہ کے شریک کار نسل پرست عسکریت پسند خودفریبی میں مبتلا ہو کر اس عقیدے کو قبول کر رہے تھے کہ بینکوں کو لوٹ کر، جعلی نوٹ چھاپ کر اور اپنے دشمنوں کو ہلاک کر کے وہ نسلی جنگ بھڑکا سکتے ہیں۔ لیکن دائیں بازو کی مجرمانہ کارروائیوں سے خاصے متضاد نتائج پیدا ہوئے۔ ایک طرف تو اسے اپنے پیروکاروں کو کارروائی کرنے پر اُبھارنے کے لیے استعمال کیا گیا، اس سے تحریک کے لیے چندے جمع کرنے میں مدد ملی اور اس کے نتیجے کے طور پر اسے بہت شہرت حاصل ہوئی جس کی اس قسم کے گروہوں کو شدید خواہش ہوتی ہے۔ دوسری طرف تحریک کے جرائم سے اس کی مخالفت جنم لیتی ہے، اس کے نتیجے میں عوام میں اس کے خلاف تنفر پیدا ہوتا ہے اور اس پر زیادہ جارحانہ حکومتی نگرانی اور قانونی کارروائی میں مدد ملتی ہے۔ جبکہ ۱۹۸۰ء کے عشرے میں ''نظام'' (The Order) نامی تنظیم کے پیدا کردہ تشدد نے عسکریت پسند نوجوان نسل اور دوسروں میں جوش و جذبہ پیدا کر دیا، اس کے نتیجے میں اس کے

خلاف جو پکڑ دھکڑ شروع ہوئی، اُس نے نفرت کا پرچار کرنے والے گروہوں کے بعض قائدین کو دوسرے متبادل راستے تلاش کرنے پر مجبور کر دیا، جن میں خصوصی طور پر انتخابات کا میدان شامل ہے۔ پاپولسٹ پارٹی (عوامیت پسند پارٹی) جیسی تنظیموں نے ـــ جو کہ واشنگٹن میں قائم انتہائی دائیں بازو سے تعلق رکھنے والی تنظیم ''لبرٹی لابی'' کی ایک شاخ ہے ـــ کٹر دائیں بازو کے رائے دہندگان کو چندے اور امیدوار فراہم کرنے کے لیے دعوت دی۔ ثانی الذکر تنظیم میں ڈیوڈ ڈیوک بھی شامل تھا، جس نے ۱۹۸۸ء میں عوامیت پسند کے طور پر تیسری پارٹی کے گمنام صدارتی امیدوار کی مہم چلائی تھی۔ لیکن ڈیوک ایک سال بعد ریاست لوئی زیانا کی مقنّنہ کے رکن کے طور پر منتخب ہو گیا۔ اور ۱۹۹۰ء میں اُسے سینیٹ کے انتخابات کے لیے لوئی زیانا کے ۶۰ فیصد سفید فام رائے دہندگان کی حمایت حاصل ہو گئی۔

۱۹۹۰ء کے عشرے کے اوائل میں اُبھرنے والی ملیشیا تحریک کو تقویت مشکل ادوار کی وجہ سے نہیں بلکہ گن کنٹرول (کی حکومتی مہم) ''سخت گیر حکومت'' اور عالمگیریت (Globalization) کی کٹر نظریاتی مخالفت کی وجہ سے ملی۔ سیاہ رنگ ہیلی کاپٹروں اور نیلے خود پہنے اقوام متحدہ کی افواج کے حملوں کے بارے میں مجنونانہ ہذیانی تقریروں کی نقالی آسان بات تھی، لیکن روز افزوں عالمگیریت کے زیر اثر آنے والی دنیا میں امریکہ کے زوال پذیر قد و قامت کے بارے میں قوم پرستوں کے خدشات ان لاکھوں عام امریکیوں نے بھی اختیار کر لیے تھے جن کا ملیشیا سے کوئی سروکار نہ تھا۔ ''واکو'' میں ڈیوڈ کی تحریک کی ایک شاخ (Branch Davidians) کے ارکان کی اموات ـــ اور ''اِڈاہو'' (Idaho) میں سفید فام بالادستی کے کٹر حامی رینڈی ویور کے ارکانِ کنبہ کی اموات ـــ نے اُنہی دنوں ملیشیا تحریک کو ایندھن فراہم کرنے میں مدد دی، جن دنوں ان اموات نے ٹموتھی میک وے اور ٹیری نکولز کو وسیع پیمانے پر قتل پر اُبھارا۔ اگلے ہزاریے کی آمد آمد اور ہزاریہ دوم کی ساعتِ اختتام (Y2K) کے خوف نے مبلغین قیامت ''محبِ وطن عناصر'' کو وقتی مہلت فراہم کر دی تھی لیکن جب ۳۱ دسمبر ۱۹۹۹ء کی نصف شب کو کچھ بھی نہ ہوا، ایک دفعہ پھر اس تحریک کے نئے ارکان الگ ہو گئے۔

اگرچہ ۲۰۰۰ء کے صدارتی انتخاب میں ''پیٹ بخانن'' (Pat Buchanan) کی حمایت کے معاملے میں کٹر دائیں بازو کے عناصر کسی متفقہ فیصلے پر نہ پہنچ سکے تھے تاہم بہت سے عسکریت پسندوں نے

سفید فام مسیحی قوم پرستی کے پیغام کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھا تھا۔ اگرچہ بخانن کو انتخاب میں ناکامی کا سامنا کرنا پڑا تھا، تاہم وہ حزبِ اصلاح (Reform Party) پر قبضہ کرنے اور حکومت کی طرف سے مساوی بنیاد پر ملنے والے عطیے کی رقم حاصل کرنے میں کامیاب ہوگیا۔ بخانن کی حالیہ کتاب، مغرب کی موت، جس میں سفید فام اینگلوسیکسن ثقافت (اور اس کے ساتھ قائم جینن ذخیرے) کے خاتمے پر نوحہ گری کی گئی ہے، بارہ ہفتوں تک نیویارک ٹائمز میں سب سے زیادہ بکنے والی کتب کی فہرست میں شامل رہی۔

۱۱ستمبر کے واقعے سے بہت عرصہ پہلے بھی امریکیوں کی بہت بڑی تعداد عربوں اور تارکین وطن کے خلاف منفی نظریات رکھتی تھی۔ ۱۹۹۱ء میں اے بی سی ٹیلی ویژن چینل کی طرف سے کی گئی رائے شماری میں یہ بات سامنے آئی کہ امریکیوں کی اکثریت کی رائے میں عرب دہشت گرد ہیں (۵۹ فیصد آراء)، تشدد پسند ہیں (۵۸ فیصد آراء) اور مذہبی جنونی ہیں (۵۶ فیصد آراء) اور دو سال پیشتر کی گئی تیز رفتار رائے شماری (Gallop Poll) میں معلوم ہوا کہ امریکیوں کی دو تہائی اکثریت کا خیال ہے کہ ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں عربوں کی تعداد حد سے زیادہ ہے۔ نیوز ویک کی ایک رائے شماری میں، جو ۱۱ستمبر کے واقعے کے بعد کی گئی تھی، انکشاف ہوا کہ ۳۲ فیصد امریکی اس بات کے حق میں تھے کہ جیسے دوسری عالمی جنگ کے بعد جاپانیوں کے معاملے میں کیا گیا تھا، عربوں کو خصوصی نگرانی میں رکھا جائے۔ ۶۲ فیصد امریکیوں نے اس تجویز کی مخالفت کی تھی، لیکن اس حقیقت سے کہ ایک تہائی امریکی اس کے حق میں تھے، ظاہر ہوتا ہے کہ تارکین وطن کے مخالف اور دائیں بازو کے عناصر کے مستقبل میں امکانات کتنے زیادہ ہیں۔ اس کے بعد اب تک عرب مخالف رویے میں کوئی زیادہ تبدیلی نہیں آئی۔

یہ سچ ہے کہ انتہائی دائیں بازو کے عناصر کو مستحکم، روپے پیسے سے مالا مال تنظیموں، نیز قائدین، روپے پیسے اور ایسے تنظیمی ڈھانچوں کی جو سیاسی طور پر عوام کے بڑے حصے تک رسائی کے قابل ہوں، کی حمایت حاصل نہیں۔ لیکن ۱۱ستمبر کے بعد انتہائی دائیں بازو کے عناصر کے پاس بہت زیادہ دھماکہ خیز نسلی مسائل ہیں جن کے ذریعے وہ جذبات بھڑکا سکتے، اور ان سے اپنا اُلو سیدھا کر سکتے ہیں، خصوصاً جب ترک وطن، نسلی جائزے اور قومی سلامتی کے سوالات کا سامنا ہو۔ لہٰذا زیادہ سخت زیر زمین کارروائیوں، نیز عربوں، تارکین وطن، اسرائیل اور امریکی یہودیوں کے خوف اور عدمِ اعتماد پر مبنی، نئے ارکان کو بھرتی

کرنے اور انہیں متحرک کرنے کی مربوط کوشش سے متعلق محتاط رہنا ضروری ہے۔

[ڈینیل لیوی ٹاس، سفید فاموں کی بالادستی اور نیو نازی گروپوں کی سرگرمیوں پر نظر رکھنے والے ماہر ہیں۔ آپ ایک کتاب *The Terrorist Next Door: The Militia Movements and the Radical Right* (www.terroristnextdoor.com) (November 2002) کے مصنف بھی ہیں]